مرتبہ محمد اقبال قریشی ۔ ہارون آبادی

حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ

کے

علوم و معارف

احوال و سوانح

بروایت

حکیم الامۃ مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

زباں پہ بار خدا یہ کس کا نام آیا ۔۔۔ کہ میرے نطق نے بوسے میری زباں کیلئے

کسی موضوع پر لکھنے کے لئے اتنی ہچکچاہٹ، تذبذب اور سوچ بچار کی ضرورت نہیں ہوئی، جتنی حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی رح کے حالات لکھنے میں ہوتی ہے۔ قلم لرزہ براندام ہے اور آپ کے کمالات لا متناہی۔ اس روسیاہ میں اتنی ہمت کہاں کہ آپ کے متعلق کچھ لکھے۔

ہمہ عالم ہے تحیر کا زباں ہے نہ قلم ہے

لیکن بھائی برادر محترم، محب مکرم مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے حکم سے حضرت نانوتوی رح کے ملفوظات طیبات لکھتا ہوں۔ تمہید میں چند سرخیوں کے تحت آپ کے کمالات کیطرف بھی اشارہ کرتا ہوں۔ شاید اسے نظر استحسان سے دیکھا جائے۔ وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَیْہِ التُّکْلَانُ سچ تو یہ ہے کہ آپ اس قدر جامع کمالات ہستی تھے کہ کوئی تمام عنوان بھی آپ کے اوصاف و کمالات کے نہیں لکھ سکتا۔ ع

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

ولادت | حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رح قصبہ نانوتہ ضلع سہارنپور میں شعبان یا رمضان ۱۲۴۸ھ کو پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا نام اسد علی تھا جو نہایت ہی صاحب مروت و اخلاق مہمان نواز، کنبہ پرور اور نمازی پرہیزگار تھے۔ مولانا نانوتوی رح کا تاریخی نام خورشید حسین ہے۔

تعلیم و تربیت | حضرت مولانا نانوتوی رح اپنے گھر میں اکلوتے بیٹے تھے اس لئے آپ کی پرورش بہت لاڈ پیار سے ہوئی۔ مگر اس کا آپ پر کوئی برا اثر نہ ہوا بلکہ بچپن ہی

سے ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات کا اعلیٰ نمونہ تھے۔ قرآن پاک آپ نے نانوتہ کے مکتب میں پڑھا۔ اس کے بعد دیوبند میں مولانا مہتاب علی صاحبؒ کے مکتب میں عربی و فارسی کی کتابیں پڑھیں۔ یہاں سے سہارنپور اپنے ناناجان کے یہاں تشریف لے گئے اور مولانا محمد نواز صاحب سے پڑھا۔ ناناجان کے انتقال پہ نانوتہ تشریف لے گئے۔ ذوالحجہ ۱۲۵۹ھ میں حضرت مولانا مملوک علی صاحبؒ آپ کو دہلی ساتھ لے گئے۔ آپ نے ان سے کافیہ پڑھنا شروع کیا۔ حسنِ اتفاق سے ۱۲۶۱ھ میں دو سال بعد قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی بھی آپ کے ہم سبق ہوئے۔ علوم عربیہ کی اکثر کتابیں دونوں نے حضرت مولانا مملوک علی صاحبؒ سے پڑھیں۔ البتہ حدیث پاک حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحبؒ سے حرفاً حرفاً پڑھی۔

کتابت | فراغت طالب علمی کے بعد ۱۲۶۷ھ میں مطبع احمدی میں کتابت کا کام شروع کیا۔ مولانا احمد علی صاحب سہارنپوریؒ کی بخاری شریف کی تصحیح فرمائی۔ ۵ یا ۶ پارے خود لکھے۔ میرٹھ اور دہلی کے پریس میں عرصہ دراز تک کتابت کا کام کیا۔

درس و تدریس | درس و تدریس کا سلسلہ طالب علمی کے دوران ہی شروع کر دیا تھا چنانچہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کو اپنے استاد حضرت مولانا مملوک علی صاحبؒ کے حکم سے صرف و نحو کی کتابیں پڑھاتے اور مشق کراتے۔ زمانہ کتابت میں بھی درس و تدریس کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ چنانچہ اس زمانے میں آپ نے شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحبؒ حضرت مولانا احمد حسن صاحب امروہیؒ اور مولانا حکیم محمد صدیق صاحب مرادآبادی کو حدیث پڑھائی۔ آخر عمر میں مسجد چھتہ دیوبند میں پڑھانا شروع کیا اور انتقال تک پڑھاتے رہے۔

تصانیف | آپ کی مشہور تصانیف آبِ حیات، تحذیر الناس، قبلہ نما، تحفۂ لحمیہ، مباحثۂ شاہجہانپور، توثیق الکلام، اجوبۂ اربعین، تقریر دلپذیر، جمال قاسمی، انتصار الاسلام،

ؔ اور ایسے ہمدم بنے کہ تا زیست جدا نہ ہوئے۔ حسنِ اتفاق سے جہاں دونوں نے ایک ہی استاد حضرت مولانا مملوک علی صاحبؒ سے تعلیم حاصل کی۔ اسی طرح تربیت باطنی بھی ایک ہی پیر و مرشد حضرت حاجی صاحب امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ سے حاصل کی ؎

گل و بلبل کیطرح ان سے ہے نسبت ان کو لوگ لیتے ہیں ان کا نام انکے نام کیساتھ

تصفیۃ العقائد اور حجۃ الاسلام ہیں۔ یہ کتابیں اردو میں ہیں۔ الفاظ اور عبارت بھی سہل ہے مگر ان کا سمجھنا عوام تو کجا اکثر علماء کیلئے بھی دشوار ہے۔ کیونکہ علوم بہت مشکل ہیں۔

بیعت | بچپن ہی سے حضرت حاجی صاحبؒ سے قلبی تعلق تھا۔ حضرت گنگوہیؒ فرمایا کرتے تھے کہ حدیث شریف پڑھنے کے دوران اکثر خیال ہوتا کہ حضرت شاہ عبدالغنی صاحبؒ سے بیعت ہو جائیں۔ مگر ہر بار حضرت نانوتویؒ فرماتے نہیں بیعت تو حضرت امدادؒ ہی[1] سے کریں گے۔ چنانچہ آپ حضرت حاجی صاحبؒ سے بیعت ہوئے اور سلوک کی تکمیل کی۔

مہارت فنون حربیہ | فنونِ حربیہ میں مہارت کے سبب ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں آپ کو تھانہ بھون اور شاملی کا سپہ سالار بنایا گیا اور یہاں آپ نے اپنے جوہر دکھائے۔

اتباعِ سنت | ۱۸۵۷ء میں جب گورنمنٹ کیطرف سے گرفتاریاں شروع ہوئیں تو آپ صرف تین دن روپوش رہے۔ اس کے بعد لوگوں کے اصرار پر انکار فرمادیا کہ تین دن سے زیادہ روپوشی خلافِ سنت ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی غار ثور میں صرف تین دن ہی مقیم رہے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ دوش کے سپاہیوں سے ملاقات ہوگئی تو انہوں نے آپ ہی سے پوچھا کہ مولانا محمد قاسم صاحبؒ کہاں ہیں۔ آپ نے دو قدم پیچھے ہٹ کر فرمایا ابھی تو یہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ سے دین کا بڑا کام لینا تھا اس لئے ہاتھ نہ آئے۔

مناظرے | انگریزوں کا مقصد ہندوستان میں الحاد، بے دینی، نفاق و افتراق پھیلانا اور مسلمانوں کو آپس میں لڑانا تھا۔ چنانچہ پادریوں نے عیسائیت کی تبلیغ شروع کی۔ غیر مسلم اس سے بہت متاثر ہوئے۔ مسلم رہنما آڑے آئے اور پادریوں سے مناظرے کئے۔ چنانچہ میلہ خداشناسی یا مباحثہ شاہجہان پور میں یہودیوں اور نصاریٰ کو شکست فاش دی۔ اسلام کی حقانیت اور برتری کی سب پر دھاک بٹھا دی۔ پنڈت دیانند نے بھی اسلام سے چھیڑ چھاڑ شروع کی۔ ۱۲۹۵ھ میں رڑکی میں مناظرہ ٹھہرا۔ عین وقت پر پنڈت فرار ہوگیا۔ چنانچہ آپ

---

[1] حضرت حکیم الامتؒ نے بھی شریف الدرایات حواشی امیر الروایات میں تحریر فرمایا ہے کہ مدار اس کشش کا مناسبت ہے۔ تفاضل میں اسکو دخل نہیں۔ حدیث اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَۃٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا

ہمہ شہر پر ز خوباں منم و خیال ماہے
چہ کنم کہ چشم بد خو نکند بکسے نگاہے　　(ارواح ثلاثہ ص ۲۳۳)

نے اس کے اعتراضات کا جواب اپنے رسالہ قبلہ نما میں عجیب و غریب دلائل سے دیا ہے۔

حج | پہلا حج آپ نے ۱۲۷۷ھ میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کی معیت میں اور دوسرا حج ۱۲۹۴ھ میں حضرت گنگوہیؒ اور دوسرے اکابرین ملت کیساتھ کیا۔

وصال | دوسرے حج کے بعد ربیع الاول ۱۲۹۵ھ میں وطن واپس ہو رہے تھے کہ جدہ میں آپ کو سخت بخار آگیا۔ جہاز میں اتفاقاً وبائی مرض پھیل گیا۔ ایک دو آدمی روزانہ مرتے تھے۔ بمبئی پہنچ کر اس قدر کمزور ہو گئے کہ بیٹھنا مشکل تھا۔ نانوتہ پہنچ کر بخار تو جاتا رہا، لیکن کھانسی ٹھہر گئی۔ اسی دوران مناظرہ رڑکی پیش آیا۔ واپسی پر مرض ابھر آیا اور بڑھتا رہا۔ چند مرتبہ دورہ پڑا۔ حکیم مشتاق احمد صاحب دیوبندی اور ڈاکٹر عبدالرحمان صاحب مظفر نگری آپ کے معالج تھے۔ اسی دوران حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ کے انتقال پر سہارن پور تشریف لے گئے مگر شام کو واپس آ گئے۔ درمیان میں عارضی افاقہ ہوا آپ نے پڑھانا شروع کیا۔ مرض کا پھر حملہ ہوا۔ آخرکار ۴ جمادی الاول ۱۲۹۷ھ بروز جمعرات بعد از نماز ظہر آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کے جنازے میں بہت سے رجال الغیب شریک ہوئے جو جنازہ کے بعد دن میں نظر نہیں آئے۔ بہت سی تاریخیں لکھی گئیں۔ اختصار کے پیش نظر تین بزرگوں کی درج کرتا ہوں۔

۱۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحبؒ	ع	وفات سرورِ عالمؐ کا یہ نمونہ ہے۔
۲۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ		کیا چراغ گل ہوا۔ مصیبت پر آئی مصیبت
۳۔ حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ		پیوند خاک زہد و سخا ہوں ہزار حیف

۱۲۹۷ھ

محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم | سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو محبت حضرت نانوتوی قدس سرہٗ کو تھی اس کا اندازہ آپ کے ان چند اشعار سے لگائیے۔ سبحان اللہ ہر شعر سے محبت ٹپکتی ہے ؎

اڑا کے باد مری مشت خاک کو پس مرگ
کرے حضورؐ کے روضہ کے آس پاس نثار

جب حضرت نانوتویؒ مباحثہ شاہجہانپور سے مظفر و منصور واپس آئے تو مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے فرمایا مجھے آپ کی وفات قریب معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ حق تعالیٰ کو جو ان سے کام لینا تھا پورا ہو گیا وہ یہ کہ تمام مذاہب کے جھتے میں اسلام کی منادی ہو جائے اور خدا کی محبت اس کے بندوں پہ پوری ہو جائے۔ چنانچہ اس مناظرہ کے تھوڑا عرصہ بعد انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (ارواح ثلاثہ ص۲)

دے یہ رتبہ کہاں مشتِ خاک قاسمؒ کا
کہ جائے کوچہ اطہر میں تیرے بن کے غبار
امیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی امید ہے یہ
کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا نام شمار

جیوں تو ساتھ سگانِ حرم کے تیرے پھروں
مروں تو کھائیں مدینہ کے مجھ کو مور د مار
جو یہ نصیب نہ ہو پھر کہاں نصیب مرے
کہ ہوں سگانِ حرم کی میں تیرے قطار

سخاوت | جس وقت آپ قطب عالم حضرت گنگوہیؒ کے ہمراہ حج کو جا رہے تھے ایک گروہ حضرت گنگوہیؒ کے پاس آیا کہ ہم بھی ہمراہ چلیں گے۔ آپ نے پوچھا زادِ راہ بھی ہے۔ انہوں نے کہا نہیں ایسے ہی توکل پر چلیں گے۔ مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا جب ہم منیجر سے جہاز کا ٹکٹ لیں گے تم توکل کی پوٹلی سامنے رکھ دینا۔ بڑے آئے توکل کرنے والے، جاؤ اپنا کام کرو۔ حضرت نانوتویؒ سے اجازت چاہی تو آپ نے اجازت دے دی۔ ع

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است

راستہ میں جو کچھ ملتا سب ان لوگوں کو دے دیتے۔ ساتھیوں نے عرض کیا، آپ تو سب ہی دے دیتے ہیں۔ کچھ تو اپنے پاس رکھتے۔ فرمایا: اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰہُ یُعْطِیْ۔ (ارواح ثلاثہ صفحہ ۲۲۹)

کرامت | حج کے دوران کوئی حافظ نہ تھا۔ رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ آپ روزانہ ایک پارہ حفظ کرکے شام کو تراویح میں سنا دیتے اور آہستہ آہستہ یاد فرماتے تھے۔ کسی کو پتہ بھی نہ چلا۔ قرآنِ پاک حفظ کر لیا۔ یہ آپکی کرامت ہے۔ (ارواح ثلاثہ صفحہ ۲۶۶)

ادب اور احترام | استفاضۂ علم میں ادب اور تقوٰی کو بڑا دخل ہے۔ چنانچہ ایک شخص نے مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے پوچھا تھا کہ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ نے وہی کتابیں پڑھی تھیں جنکو سب پڑھتے ہیں۔ پھر ان کو اتنا علم کہاں سے آیا۔ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے فرمایا کہ اس میں کئی چیزوں کو دخل ہے۔ ایک تو مولاناؒ طب کی رو سے معتدل مزاج تھے۔ اس سے ان پر نفس کامل فائض ہوا۔ دوسرے یہ کہ استاد بڑے کامل ملے یعنی مولانا مملوک علی صاحبؒ، جن کا علم و فضل مخفی نہیں تیسری یہ بات کہ متقی اعلیٰ درجہ کے

تھے۔ پھر ان میں استاد کا ادب بہت تھا۔ اور پھر پیر بھی بڑے کامل ملے۔ یعنی حضرت حاجی صاحبؒ ادب کی یہ کیفیت تھی کہ مولانا ذوالفقار علی صاحبؒ۔ جب بیماری میں آپ کے پاس آتے تو آپ اٹھ کر بیٹھ جاتے تھے۔ ایک مرتبہ مولوی صاحب موصوف نے دریافت کیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں۔ تو فرمایا کہ حضرت آپ میرے استاد ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں کہاں سے استاد ہو گیا۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ مولانا مملوک علی صاحبؒ کسی کام میں تھے تو آپ سے فرمایا تھا کہ ذرا ان کو کافیہ کا سبق پڑھا دو۔ چنانچہ میں نے آپ سے سبق پڑھا تھا۔ دوسرا قصہ یہ ہے کہ تھانہ بھون کا ایک گندھی جسکو اہل علم سے محبت تھی مجھ سے (حضرت حکیم الامتؒ) کہتا تھا کہ ایک بار میں دیوبند میں مولاناؒ کی مجلس میں حاضر ہوا۔ مولاناؒ نے فارغ ہو کر پوچھا کہ کہاں سے آئے ہو، اس نے کہا کہ تھانہ بھون سے آیا ہوں۔ یہ سن کر گھبرا گئے اور فرمایا کہ بے ادبی ہوئی وہ تو میرے پیر کا وطن ہے۔ آپ آئے اور میں بیٹھا رہا، مجھ کو معاف کیجئے۔ وہ گندھی کہتا تھا کہ میں مولاناؒ کی اس حالت کو دیکھ کر شرمندگی سے مرا جاتا تھا۔ ایک دفعہ حضرت حاجی صاحبؒ مولاناؒ کے ادب کا ذکر فرماتے تھے کہ میں نے اپنا ایک مسوّدہ مولاناؒ کو نقل کیلئے دیا۔ ایک مقام پر املاء میں غلطی ہو گئی تھی۔ مولاناؒ اس مسوّدہ کو نقل کر کے لائے تو اس لفظ کی جگہ بیاض میں چھوڑ دی، صحیح بھی نہیں لکھا کیونکہ یہ تو حضرت حاجی صاحبؒ کے کلام کی اصلاح تھی اور غلط بھی نہیں لکھا۔ کیونکہ یہ علم کے خلاف تھا اور عمداً خطا تھی۔ اور آکر فرمایا کہ اس جگہ پڑھا نہیں گیا اور غرض یہ تھی کہ دیکھ کر غلطی درست کر دیں مگر کس عنوان سے کہا یہ نہیں کہ غلطی ہو گئی۔ چنانچہ حضرت حاجی صاحبؒ نے اپنے قلم سے کاٹ کر درست لکھ دیا۔ ان باتوں کے جمع ہونے سے یہ برکت آپ کو حاصل ہوئی (ملفوظات کمالات اشرفیہ ص۱۵۳، ارشاد الحق حصہ اوّل ص۲۷، کوثر العلوم ص۴)۔

پیر و مرشد سے محبت واقعہ بیعت پر ایک مرتبہ پھر نگاہ ڈالئے اور پیر و مرشد سے محبت کا اندازہ لگائیے۔ حضرت گنگوہیؒ اور حضرت نانوتویؒ اس قدر ذہین تھے کہ دوران طالب علمی جب آپس میں بحث ہو جاتی تو لوگ سننے کیلئے جمع ہو جاتے۔ جب حضرت گنگوہیؒ دلائل دیتے تو لوگ سمجھتے کہ اب ان کا جواب نہ ہو سکے گا۔ لیکن جب حضرت نانوتویؒ رد فرماتے اور دلائل توڑتے تو لوگ دنگ رہ جاتے۔ حضرت گنگوہیؒ پھر جواب الجواب دیتے پھر حضرت نانوتویؒ۔ یہ مشغلہ عوام الناس کیلئے بڑا دلچسپ ہوتا۔ سب نہایت غور سے

بحث سنتے۔ سفر حج میں ایک مرتبہ مقتدا بننے کے بعد دونوں کی بحث ہوگئی اور کوئی بات طے نہ ہوئی۔ حضرت نانوتویؒ نے فرمایا چلو ہم حضرت حاجی صاحبؒ کے یہاں جا تو رہے ہیں۔ ان سے فیصلہ کرالیں گے۔ حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا وہ تو فن تصوف کے کے امام ہیں وہ یہ مسئلہ کیسے حل فرما سکتے ہیں۔ حضرت نانوتویؒ نے فرمایا اگر وہ یہ مسئلہ حل نہ کر سکے تو ناحق ہم نے ان سے تعلق پیدا کیا۔ جب مکہ پہنچے تو پوچھنے سے قبل ہی حضرت حاجی صاحبؒ نے خود ہی اس کا صحیح فیصلہ فرما دیا۔ اس پر حضرت نانوتویؒ کو مسرت کی اور حضرت گنگوہیؒ کو تعجب کی کوئی انتہا نہ رہی۔ (الافاضات الیومیہ)

شفقت علی الخلق | حضرت نانوتویؒ کے پاس اگر کوئی بیٹھا ہوتا تو اشراق اور چاشت بھی قضا کر دیتے تھے (کمالات اشرفیہ ص ۲۲۶) تاکہ اسکی دلشکنی نہ ہو کیونکہ حضرت حاجی صاحبؒ کا ارشاد ہے کہ صرف تسبیح پھیرنا ہی نہیں دوستوں سے باتیں کرنا بھی عبادت ہے۔ کیونکہ اس میں بھی تطییب قلب مومن ہے۔

نمونہ کلام | حضرت مولانا مملوک علی صاحبؒ مع اپنے تمام شاگردوں کے دہلی کے مشاعروں میں جایا کرتے تھے تاکہ طلباء میں جولانی طبع پیدا ہو۔ (ماہنامہ دارالعلوم دیوبند مارچ ۱۹۵۱ء) اس دور کے مشہور شعرا غالب، ذوق اور مومن تھے۔ انہیں کی بحر میں کہے ہوئے چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎

رقیب مہر کے قابل عدو وفا کے لئے
بنے تھے ہم ہی فقط آپ کی جفا کے لئے
ہمیں تو صبر کو کہتے ہیں شیخ و واعظ سب
انہیں تو کوئی بھی کہتا نہیں وفا کے لئے
وہ بات کیا ہے کہ مرکر بھی قاتل بے رحم
قتیل تیرے تڑپتے رہے جفا کے لئے

باقی مستفیض، مستفید اور محظوظ ہونے کے لئے آپ کے مطبوعہ کلام کا مطالعہ کرنا مناسب ہے۔

حضرت نانوتویؒ کا مقام پیر و مرشد کی نظر میں | حضرت حاجی صاحبؒ نے اپنے رسالہ ضیاء القلوب فارسی میں الہام سے جو کچھ آپ کے متعلق تحریر فرمایا۔ ملاحظہ فرمائیے:

ہم اس کا ترجمہ لکھتے ہیں :

"جو آدمی اس فقیر (حضرت حاجی صاحبؒ) سے محبت، عقیدت اور ارادت رکھتا ہے۔ اسے چاہئے کہ مولوی محمد قاسم صاحبؒ اور مولوی رشید احمد صاحبؒ جو کہ تمام ظاہری اور باطنی کمالات کے جامع ہیں۔ میری طرح بلکہ مجھ سے بڑھ کر شمار کرے۔ اگرچہ معاملہ برعکس ہے وہ میری جگہ اور میں ان کی جگہ ہوں۔ ان کی صحبت کو غنیمت سمجھے کیونکہ ان جیسے آدمی اس زمانہ میں نایاب ہیں"

نیز آپ فرمایا کرتے کہ اگر حق تعالیٰ مجھ سے دریافت کرے گا کہ امداد اللہ کیا لائے تو میں قاسمؒ اور رشیدؒ کو پیش کروں گا کہ یہ لے کر حاضر ہوا ہوں۔ (حیات اشرف)

حضرت نانوتویؒ نے ابتدائی تعلیم کے زمانہ میں ذکر کے وقت زبان کے جکڑنے اور قلب پر بوجھ ہونے کی شکایت کی تو حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا یہ حالت نقل وحی کا نمونہ ہے۔ انشاء اللہ علم نبوت سے آپ کو حصہ ملے گا۔ (اول الاعمال ص۲۹)

امیر شاہ خاں صاحب مرحوم و مغفور فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت حاجی صاحبؒ کی مجلس میں مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کا تذکرہ ہو رہا تھا۔ اور ان کے مناقب بیان کئے جا رہے تھے حضرتؒ نے مولانا نانوتویؒ کیطرف اشارہ کر کے فرمایا۔ مولانا اسماعیلؒ تو تھے ہی کوئی ہمارے اسمٰعیل کو بھی دیکھے۔ (ارواح ثلاثہ ص۲۷۷)

حضرت نانوتویؒ کا مقام اکابرین امت کی نظر میں

حضرت گنگوہیؒ نے آپ کے انتقال پر فرمایا تھا۔ اگر میرے پاس ایک چیز نہ ہوتی تو میں ہلاک ہو جاتا۔ (الاضافات الیومیہ جلد ۳ ص۲۲۶) نیز آپ کو مجتہد وقت کہا کرتے۔ (کمالات اشرفیہ ص۲۲۶)

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ شجرہ چشتیہ عالیہ امدادیہ میں آپ سے سلسلہ بیعت رکھنے والوں کے توسل کیلئے فرماتے ہیں ؎

بحق رہنمائے اہل تحقیق — امام اہل حق اولاد صدیق
ملاذ خاص و عام از نقص ایماں — پناہ ہر امیر نفس و شیطان
بآں کو شد محمد قاسم نام — فیوض غیب را بر جملہ قسام

(مناجات مقبول ص۲۲۴)

نیز آپ کے علم کے بارے میں فرمایا۔ آج صبح کی نماز میں سورہ مزمل پڑھ رہا تھا کہ

اچانک علوم کا اتنا عظیم الشان دریا میرے قلب کے اوپر گزرا کہ میں تحمل نہ کر سکا قریب تھا کہ میری روح پرواز کر جائے مگر وہ دریا جیسا ایک دم آیا ایک دم نکل گیا۔ نماز کے غور کرنے پر منکشف ہوا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ ان ساعتوں میں میرٹھ میں میری طرف متوجہ ہوئے تھے۔ یہ ان کی توجہ کا اثر تھا۔ پھر فرمایا اللہ اکبر جس شخص کی توجہ کا یہ اثر ہے کہ علوم کے دریا قلب میں موجیں مارنے لگیں اور تحمل دشوار ہو جاتے تو خود اس شخص کے قلب کی وسعت وقوت کا کیا حال ہوگا۔ جس میں وہ خود علم سمائے ہوں اور وہ کس طرح ان علوم کا تحمل کئے ہوئے ہوگا۔

نیز مولانا موصوف نے فرمایا ایک مرتبہ میں نے کسی مسئلہ کے متعلق حضرت قدس سرہٗ سے سوال کیا۔ اس وقت مولاناؒ پر خاص کیفیت طاری تھی۔ اس مسئلہ پر تقریر شروع کی الفاظ بھی غیر مانوس اور غیر مستعمل اور معانی بھی غیر جسے میں کچھ بھی نہ سمجھا۔ میں نے کہا کچھ نازل ہو کر تقریر فرمایئے۔ اس مرتبہ لفظ مانوس مگر معانی غیر مانوس اور قطعاً بلند تھے جسے میں کچھ بھی نہ سمجھا۔ میں نے پھر عرض کیا کہ میں نہیں سمجھا۔ پھر اس سے اتر کر تقریر فرمائی جو قریب الی الفہم آگئی۔ مگر میں پھر بھی نہیں سمجھا پھر عرض کیا تو فرمایا مولانا پھر کسی وقت پوچھئے گا ——
(امیر الروایات فی عجیب الحکایات)

مکہ معظمہ میں مشہور بزرگ حضرت خلیل پاشا مہاجر مکیؒ نے حضرت حکیم الامتؒ سے ہندی علماء کی تعریف کی کہ ان میں طمع دنیا نہیں ہوتی اور متقی ہوتے ہیں۔ حضرت حکیم الامتؒ نے دریافت کیا کہ کن کن ہندی علماء سے ملنے کا اتفاق ہوا تو انہوں نے حضرت گنگوہیؒ اور حضرت نانوتویؒ کا نام بتایا۔ حضرت حکیم الامتؒ نے دل میں کہا بھلا پھر کیوں نہ تعریف کریں
(اشرف السوانح ج ۱ صـ ۲۰۳)

حضرت حکیم نواب محمد مصطفیٰ خاں صاحب شیفتہؒ کی عادت تھی کہ جب حضرات اکابر دیوبند تشریف لاتے تو مراقب ہو کر نسبت کی ٹوہ میں لگ جاتے۔ حضرت نانوتویؒ کی حاضری پر امیر جان سے خطاب کر کے فرمایا کہ میں نے بڑے بڑے لوگ دیکھے ہیں لیکن مولانا کی نسبت کا تو کہیں پتہ ہی نہیں (روایات الطیب) حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں رازی اور غزالی پیدا ہونا بند ہو گئے مگر بالکل غلط ہے۔ ہمارے حضرات رازی اور غزالی سے کم نہ تھے، علوم میں بھی کمال میں بھی۔ بات یہ ہے کہ حیات میں قدر نہیں ہوتی۔ مرجانے کے بعد رحمۃ اللہ علیہ۔ اور پچاس برس گزر جانے کے بعد قدس سرہٗ

ہو جاتے ہیں۔ اور اس تماثل کے معلوم ہونے کا بڑا اچھا معیار ہے۔ ان کی تحقیقات کو بھی دیکھ لیا جائے۔ اس سے بھی معلوم ہو جائے گا۔ (الاضافات الیومیہ ج ۲ ص ۲۹۹)

مرشدنا حضرت حکیم الامتؒ یہ بھی فرماتے کہ اگر ان کی کتابوں کا ترجمہ عربی میں کیا جائے اور یہ نہ بتایا جائے کہ کس کی تصنیف ہے تو لوگ امام غزالیؒ اور غزالیؒ کی تصنیف سمجھیں۔

حضرت نانوتویؒ سر سید احمد خاں کی نظر میں | اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَآءُ - اگرچہ حضرت نانوتویؒ اور سر سید کلاس فیلو تھے۔ دونوں ایک ہی استاد حضرت مولانا مملوک علی صاحبؒ کے شاگرد تھے۔ مگر بعد میں سر سیّد نے دینی مسائل میں اختراع اور جدت اختیار کی جس سے مسائل میں اختلاف رہا۔ اور یہ اختلاف "مکاتیب بنام سر سید" کے نام سے چھپا ہے۔ مگر حضرت نانوتویؒ کے انتقال پر سر سیّد کے تعزیتی الفاظ مقالات سر سیّد سے نقل کئے جاتے ہیں:

" افسوس ہے کہ جناب ممدوح مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے ۱۵/ اپریل ۱۸۸۰ء کو ضیق النفس کی بیماری میں انتقال فرمایا۔ زمانہ بہتوں کو رو یا ہے اور آئندہ بھی بہتوں کو روئے گا۔ لیکن ایسے شخص کے لئے رونا جس کے بعد اس کا کوئی جانشین نظر نہ آئے، نہایت رنج و غم اور افسوس کا باعث ہے۔ زمانہ تحصیل میں جیسے کہ وہ ذہانت، عالی دماغی، فہم و فراست میں معروف و مشہور تھے۔ ویسے نیکی اور خدا پرستی میں بھی زبان زد اہل فضل و کمال تھے۔ ان کو جناب مولانا مظفر حسین کاندھلویؒ کی صحبت نے اتباع سنت پر بہت راغب کر دیا تھا۔ اور حاجی امداد اللہ کے فیض صحبت نے ان کے دل کو نہایت عالی مرتبہ کا دل بنایا تھا۔ خود بھی پابند شریعت تھے۔ اور دوسروں کو بھی پابند شریعت و سنت کرنے میں زائد از حد کوشش کرتے تھے۔ بایں ہمہ عام مسلمانوں کی بھلائی کا انکو خیال تھا۔ مسائل خلافیہ میں بعض لوگ ان سے ناراض تھے، مگر جہاں تک ہماری سمجھ ہے مولانا مرحوم کے کسی فعل کو خواہ کسی سے ناراضی کا ہو خواہ کسی سے خوشی کا ہو کسی طرح ہوائے نفس یا ضد یا عداوت پر محمول نہیں کر سکتے۔ ان کے تمام کام اور افعال جس قدر تھے بلاشبہ للّٰہیت اور ثواب آخرت کی نظر سے تھے اور جس بات کو وہ حق اور سچ سمجھتے تھے اسکی پیروی کرتے تھے۔ انکا کسی سے ناراض ہونا صرف خدا کے لئے تھا۔ اور کسی سے خوش ہونا بھی خدا کے واسطے تھا۔ کسی کو مولانا موصوف اپنے ذاتی تعلقات کے سبب

اچھا یا برا نہیں جانتے تھے۔ مسئلہ حب اللّٰہ اور بغض اللّٰہ ان کے برتاؤ میں تھا۔ ان کی تمام خصلتیں فرشتوں کی سی خصلتیں تھیں۔ ہم اپنے اپنے دل سے ان کے ساتھ محبت رکھتے تھے۔ اور ایسا شخص جس نے ایسی نیکی سے اپنی زندگی بسر کی ہو، بلاشبہ نہایت محبت کے لائق ہے۔" (ماخوذ برصغیر کے اسلامی مدارس اور معاشرے پر ان کے اثرات مؤلفہ شمس الاسلام حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانی دامت برکاتہم۔ ماہنامہ البلاغ کراچی۔ ذیقعدہ ۱۳۸۸ھ)

حضرت حکیم الامتؒ اور حضرت حجۃ الاسلامؒ | حضرت حکیم الامتؒ کو اپنی طالب علمی کے زمانہ میں حضرت نانوتویؒ کی زیارت کا اکثر موقع ملا۔ لیکن حضرت حکیم الامتؒ کے دیوبند پہنچنے کے ایک سال بعد ہی حضرت حجۃ الاسلام کا انتقال ہوگیا۔ اس لئے خاص خصوصیت پیدا ہونے کا موقع نہ تھا۔ حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوبؒ تحریر فرماتے ہیں:

"تاہم احقر نے حضرت والاؒ سے بعض ایسے واقعات سنے ہیں جن سے مولانا کی عنایت خاص مترشح ہوتی ہے کیونکہ عادۃً ایسا معاملہ اسی کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ جس کے ساتھ کچھ خصوصیت ہو۔

مثلاً ایک بار ازراہِ شفقت دریافت فرمایا کونسی کتابیں پڑھتے ہو۔ حضرت حکیم الامتؒ پر اس قدر رعب و ادب غالب ہوا کہ کتابوں کے نام بھول گئے۔ پھر مولاناؒ نے دوسری باتیں شروع کیں تاکہ ہیبت کا اثر کم ہو جائے۔ اور حضرت حکیم الامتؒ کی طبیعت کھل جائے چنانچہ فرمایا: ایک ہوتا ہے پڑھنا اور ایک گننا۔ محض پڑھنا کافی نہیں گننے کی ضرورت ہے۔ پھر ایک مثال بیان فرمائی۔ ایک حافظِ ہدایہ تھے، مگر سمجھ کر نہ پڑھی تھی۔ جنہوں نے سمجھ کر پڑھی تھی، کہا ایک مسئلہ ہدایہ میں ہے۔ حافظ ہدایہ نے انکار کیا کہ یہ مسئلہ ہدایہ میں نہیں میں تو ہدایہ کا حافظ ہوں۔ مگر جب دوسروں نے کتاب کھول کر عبارت پڑھ کر استنباط کیا تو حافظ ہدایہ حیران رہ گئے۔ اتنا فرما کر حضرت حکیم الامتؒ سے فرمایا یہ فرق ہے پڑھنے اور گننے میں۔

۲۔ ایک سیاح دیوبند آئے ان کے لڑکے نے چھتہ کی مسجد میں قرآن پاک سنایا اس کے بعد حضرت نانوتویؒ نے حضرت حکیم الامتؒ سے تلاوت کی فرمائش کی جسے حکیم الامتؒ

نے پورا کیا ___۔

۳۔ حضرت ملا محمود صاحب دیوبندیؒ جو بہت حلیم الطبع تھے۔ ایک طالب علم پر سخت ناراض ہوئے اور گھونسہ مارا مگر طالب علم کے فوراً اٹھنے کے سبب خود ان کے ہاتھ پر چوٹ آئی۔ جس سے اور غصہ آیا اس لئے مارنے کھڑے ہوگئے، تو طالب علم بھاگا تو انہوں نے اپنا جوتا اتار کر مارا۔ حضرت حجۃ الاسلامؒ قریب ہی دیکھ رہے تھے۔ حضرت حکیم الامتؒ سے دریافت حال کیا۔ اور فرمایا میں سمجھتا تھا کہ ملا صاحب میں تین عنصر ہیں۔ آب، باد، خاک۔ چوتھا عنصر نار ہے ہی نہیں۔ مگر آج معلوم ہوا کہ نہیں چاروں عنصر موجود ہیں۔ اور واقعہ سن کر بہت ہنسے (اشرف السوانح ج ۱ صـ ۲۲۵)

حضرت حکیم الامتؒ ازراہ عقیدت اور شوق تحصیل علوم حضرت نانوتویؒ کے درس جلالین میں شرکت فرماتے تھے۔ حالانکہ تقریر اس قدر مشکل ہوتی تھی کہ کچھ سمجھ نہ آتی تھی۔ (اشرف السوانح ج ۱ صـ ۳۲۶)

چونکہ حضرت حکیم الامتؒ کو حضرت نانوتوی قدس سرہ سے استفادہ و استفاضہ کا کم موقع ملا۔ اس لئے احقر کو حضرت حکیم الامتؒ کی تصانیف، مواعظ حسنہ اور ملفوظات میں حضرت نانوتویؒ کے ملفوظات بہت کم ملے۔ تاہم جو کچھ جمع ہوگئے وہ موتیوں سے کم نہیں۔ ؏ گوہر شناس ہے تو انہیں موتیوں میں تول (باقی آئندہ)

دیانتداری اور خدمت ہمارا شعار ہے

نوشہرہ فلور ملز لمیٹڈ نوشہرہ اپنے ان ہزاروں کرم فرماؤں کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے

پستول مارکہ آٹا

پسند فرما کر ہماری حوصلہ افزائی کی ہے۔ ہمیشہ پستول مارکہ آٹا استعمال کیجئے جسے آپ بہتر پائیں گے

نوشہرہ فلور ملز جی ٹی روڈ نوشہرہ۔ فون نمبر ۱۲۶